رحمۃ للعالمین ﷺ کے غیر مسلموں سے معاملات قرآن وسیرت طیبہ کی روشنی میں مکالمہ بین المذاہب کے لیے ایک سنگ میل

THE DEAINGS OF THE HOLY PROPHET WITH NON-MUSLIM A MILESTONE FOR DIALOGUE AMONG RELIGION

Dr. Aziz-ur-Rehman Saifee
Chairmen, Social Science, Mohammad Ali Jinnah University, Karachi.
Azizsaifee@gmail.com
Ms. Farah Naz Akhound Memon
Asst. Prof. Premier Govt. Girls College Karachi.
Momin Fayaz Shaikh
Lecturer, Mohammad Ali Jinnah University, Karachi.

Abstract:

The dealings of the Holy Prophet (S.A.W) with non-Muslim show that Islam is the religion of peace, brotherhood, religious tolerance, independence and humanity. Before the spread of Islam the conversations and dealings of the Holy Prophet with non-Muslims forced them to call him Al-Sadiq and Al-Ameen. Sympathy and tolerance in clandestine and public preaching, the style of letters to non-Muslim empires, the dialogues with non-Muslim delegations in Madani era, the orders given for the safety of their wealth, belongings and their life, the tolerance, forgiveness and prayers for the enemies, the good behavior with the non-Muslim prisoners, even when Muslims got dominance over non-Muslims at the time of the conquest of Makkah, the common pardon given by Holy Prophet (S.A.W) are the true example that Islam preaches peace. The attitude of Sahaba-e-Karam (R.A) and the liberty of rights given to Non-Muslims by them- no religion and no community of the World can give this example. The people responsible for maintaining the peace of the world and brotherhood should see how Muslims are treated all over the world? Muslims had given to non-Muslim permission to practice their religious festivities freely and even to wear any type of clothes. The ban of Hijab in France, the punishment of innocent Dr. Afia Siddiqui, the Egyptian pregnant woman (Marwa Sharbeney) had been mercilessly assassinated and her husband injured by knives in the court of Germany because of Hijab, the discussions going on to restrict the domes of Mosques and Adhan (Call to prayer) in Switzerland, the insult of the Holy Quran by Pope Terry John, of Florida, the disrespect of Holy Prophet (S.A.W) etc are the questions awaiting answers from West and United Nation. Islam promotes of peace, equality and religious freedom. It also invites non-Muslims to come and sit on a platform and discuss these problems for the sake of worldly peace to end the religious hatred and to form true peace in the world.

Keywords: Dialogue among Religion, Dealings with non-Muslim, the Holy Prophet’s dealings with non-Muslim, Rights of non-Muslim in Muslim country.

آپ ﷺ کے غیر مسلموں سے معاملات اور مکالمے دعوت و تبلیغ کی اساس اور اللہ کے پیغام رشد وہدایت کو عام کرنے، دین کی دعوت لوگوں تک پہنچانے کے حوالے سے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ قرآن وسیرت طیبہ ﷺ میں آپ ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے غیر مسلموں سے معاملات ذکر کئے گئے ہیں، جو مختلف مذاہب بالخصوص الہامی مذاہب کے پیروکاروں اور خاص طور پر امت مسلمہ کے لئے اسوہ حسنہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

آج جب کہ دنیا ایک گلوبل ولیج کی حیثیت اختیار کر گئی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کی دعوت کو عام کرنے، دنیا میں امن وسلامتی کے قیام، مذہبی رواداری اور مختلف مذاہب میں مفاہمت کے لئے مکالمے کی راہ اپنائی جائے۔ اس اسلوب کے ذریعے دنیا کی مختلف اقوام کو دین کی دعوت بھی دی جائے اور مفاہمت، رواداری، امن وسلامتی کے فروغ کے لئے مکالمے کو ایک موثر اسلوب اور ذریعہ دعوت و تبلیغ بھی بنایا جائے۔

مقالے کا یہ موضوع منفرد اور دور حاضر میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ اس موضوع کو اس لئے اختیار کیا گیا ہے تاکہ قرآن کریم اور سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں خاتم الانبیاء ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور خلفاء راشدینؓ کے طرزِ عمل کو اجاگر کیا جائے۔ نیز اس حوالے سے قدیم اور اہم مصادر ومراجع سے استفادہ کرکے یہ ثابت کیا جائے کہ دور حاضر میں مذاہب کے درمیان مفاہمت کے فروغ، مذہبی رواداری کے قیام اور مختلف تہذیبوں کے درمیان تصادم سے بچنے کا واحد اور موثر ذریعہ مذاہب کے درمیان مکالمہ ہے۔

تقریبًا نصف صدی سے مکالمہ بین المذاہب کے موضوع پر بہت کثرت اور تواتر کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ مسلمان اور مغربی دنیا کے لوگ اس موضوع پر سیمینارز اور کانفرنسیں کرواتے رہتے ہیں۔ آج کی یہ کانفرنس بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ایک اصولی بات سمجھنی چاہیئے کہ مکالمہ بین المذاہب ایک اصطلاح ہے۔ جس کا مفہوم مناظرہ، تبلیغ یا مجادلہ وغیرہ سے ملتا جلتا ضرور ہے لیکن فی نفسہ یہ ایک مستقل اصطلاح ہے۔ جس میں مناظرہ کی طرح کسی سے بحث مباحثہ کرکے اور دلائل دے کر اپنی بات منوانا یا تبلیغ کی طرح کسی کو دین کی دعوت دینا نہیں ہوتا۔ ضمنًا اگرچہ یہ مقاصد بھی حاصل ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ ایک مستقل عنوان اور اصطلاح ہے۔ سب سے زیادہ قریب لفظ قرآن میں مجادلہ استعمال ہوا ہے۔ ﴿ادع إلى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ ترجمہ: آپ اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے (اور اگر بحث آن پڑے تو) ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے (کہ اس میں شدت ورخونت نہ ہو)۔[1]

عربی زبان میں مجادلہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسے شخص سے جس کا نقطہ نظر آپ کے نقطہ نظر سے مختلف ہو استدلال کے انداز میں بات کریں اپنا موقف دلائل کے ساتھ بیان کریں اور دلائل کے ساتھ اس کا موقف سنیں۔ اس کے بعد جو مقاصد حاصل کرنا چاہیں اسی کی روشنی میں حاصل کریں۔ یہ لفظ اردو کے جنگ وجدل کے مفہوم میں نہیں۔ اس کے بارے میں قرآن کریم میں ہدایات اور احکامات موجود ہیں۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے بھی بہت سی راہیں اور رہنمائیاں ملتی ہیں۔ قرآن کریم کا یہ لفظ بالتی ہی اِحسن بہت خوبصورتی کے ساتھ ہر زمانے میں وقت کی ضرورت کے مطابق بہترین انداز بیان اختیار کرتے ہوئے مخاطب کو مطمئن کرنے کے معانی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

اس موضوع سے متعلق بہت سی قرآنی آیات رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ مثلا:

﴿فقولا له قولا لينا لعله يتذكر﴾ ترجمہ: پھر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ برغبت نصیحت قبول کرلے[2]

﴿قولوا قولا سديدا﴾ ترجمہ: اور راستی کی بات کہو (جس میں عدل اور اعتدال سے تجاوز نہ ہو)۔[3]

﴿اعدلوا هو أقرب للتقوى﴾ ترجمہ: عدل کیا کرو وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔[4]

﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم﴾ ترجمہ: اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔[5]

﴿لا أعبد ما تعبدون﴾ ترجمہ: میں تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کرتا۔[6]

﴿وإذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى﴾ ترجمہ: اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔[7]

اور اس جیسی بہت سی دیگر آیات مکالمہ بین المذاہب کے لئے بنیادیں فراہم کرتی ہیں۔ اس رسالہ میں ان بنیادوں کو یا مکالمہ کی تاریخ کو موضوع نہیں بنایا جارہا کہ بحث کی جائے کہ سب سے پہلا مکالمہ کس نے کیا؟ کہاں ہوا؟ مسلمانوں میں یہ اصطلاح کیوں کر آئی؟ اس سلسلے میں کافی شافی کلام ڈاکٹر محمود احمد غازی مرحوم کے مضمون "مکالمہ بین المذاہب ۔۔۔ مقاصد اہداف اور اصول وضوابط" میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ مضمون سیمینارز رپورٹ ۲۰۰۸ میں چھپ چکا ہے جسے حافظ نعمان حامد نے ترتیب دیا ہے اور دسمبر ۲۰۰۷ میں آواری ٹاور میں جو کانفرنس ہوئی تھی اس میں انھوں نے یہ مقالہ پیش بھی کیا تھا۔ خاصہ معلوماتی مقالہ ہے جو کہ ڈاکٹر صاحب کے امت مسلمہ کے لئے درد کا بھی غماز ہے۔

ہمارا مقصود حضور ﷺ کی زندگی کے واقعات اور خلفائے راشدین کی زندگی کے واقعات اور ان سے حاصل ہونے والے لضائح کا بیان ہے۔ اس موضوع کے حوالے سے ڈاکٹر سعد صدیقی شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے اپنے مضمون مکالمہ بین المذاہب کی حدود قیود۔۔۔(آنحضرت ﷺ کی غیر مسلم وفود سے ملاقاتوں کی روشنی میں) میں کافی مواد جمع کیا ہے۔ وہ بھی خاصہ تحقیقی مضمون ہے اور ہمارے لیے اس موضوع پر لکھنے میں کافی مددگار ثابت ہوا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ مسلمانوں کے لیے بڑے درد مند اور فکر مند انسان ہونے کے ساتھ جدید اور قدیم علوم پر بھرپور دسترس رکھتے تھے۔ مغربی تہذیب سے بھی خوب واقف تھے۔ انہوں نے ۹ دسمبر ۲۰۰۷ میں جو کانفرنس ہوئی تھی مکالمہ بین المذاہب کے موضوع پر انہوں نے اس میں یہ بات کہی تھی کہ "میرا ذاتی خیال یہ ہے ہو سکتا ہے کسی کو اختلاف بھی ہو مسلمان دفاعی پوزیشن پر جا رہے ہیں چاہے عقائد و نظریات کا معاملہ ہو یا معاشیات و معاشرت کا، سیاسی معاملہ ہو یا مذہبی ہر جگہ ہم اپنا دفاع کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور مسلمان ہر جگہ کفار کے سامنے مختلف فورمز میں ان کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ان کے اعتراضات کے جوابات دے رہا ہوتا ہے۔ عام طور پر ان مکالمات میں حدود کے قواعد، شریعت میں انسانی حقوق، عورت کا مقام اور مرتبہ، ریاست اور مذہب کا تعلق، مسلمانوں کی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، مذہبی تعلیم اور مذہبی تعلیم کے ادارے خاص کر مدارس اور مدرسہ، دہشت گردی وغیرہ۔ ان مکالموں میں اکثر مسلمان علماء جاتے ہیں اور مسلمان علماء کو جانا بھی چاہیے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سوالات اسلام ہی کے بارے میں کیوں ہیں گویا اسلام ایک ملزم اور متہم ہے ایک مجرم ہے جس پر بہت سارے الزامات لگائے گئے ہیں اور ایک مشترکہ کمیٹی بیٹھ کر ان الزامات کا جائزہ لے۔ مسلمان علماء اپنا دفاع کریں اور مغربی فضلاء و علماء بیٹھ کر اس دفاع کا جائزہ لیں اور طے کریں کہ ہم مطمئن ہیں یا نہیں۔ یہ مسلمانوں کے وقار اور اسلام کی شان کے خلاف ہے یہ نہیں ہونا چاہیے۔ یا تو ایسا ہو کہ مثلاً کوئی بھی بنیادی حکم ہے تو اس کا ان کے ہاں کیا تصور ہے؟ وہ مسلمان جو مغرب سے واقف ہیں وہ تعین کریں کہ ہم آپ کے یہ معاملات طے کرنا چاہتے ہیں مسلمانوں کی طرف سے وہ لوگ شریک ہوں جو مسلمانوں کی طرف سے تحفظات بیان کریں۔ یا پھر یہ کہ مسلمانوں اور ان کے مستقبل اور مشترک مقاصد کے لیے ناگزیر مسائل پر بھی بحث ہو۔

اس لیے کہ آپ کی کن موضوعات پر، کن مسائل پر گفتگو ہو یہ بھی بڑی اہم بات ہے، کیا اسلام کی حیثیت ایک مستقل ملزم کی ہے جو اپنا مؤقف بیان کرنے کے لیے کبھی اس عدالت میں، کبھی اس عدالت میں پیش ہو اور کسی عدالت میں اس کی سنوائی نہ ہو، جیسا آج کل ہو رہا ہے، یا اگر یکساں سطح پر باعزت تبادلہ خیال ہو رہا ہے تو دونوں طرف سے ہونا چاہئے، کیا ان کے ہاں ایسی چیزیں نہیں ہیں؟ ایسی چیزیں بے شمار ہیں جن پر مسلمانوں کو تحفظات ہیں۔ لیکن ان کا جسٹی فیکشن ان کی نظر میں کیا ہے؟ مسلمانوں کو سیکولرازم پر تحفظات ہیں۔ مذہب اور ریاست کی تفریق کا تصور مسلمان نہیں رکھتے۔ مسلمانوں کو قانون اور اخلاق میں جو تبعید

ہے اس پر تحفظات ہیں۔ مسلمانوں کو خاندانی ادارہ جو وہاں Elaborate ہو رہا ہے ختم ہو رہا ہے۔ بغیر شادی کے رہنے والے جوڑوں کی تعداد ۶۰ فیصد ہو گئی ہے مسلمان اس کو غیر اخلاقی سمجھتے ہیں، اس پر بات، یہ انسانیت کا ایک مشترکہ مسئلہ ہے کہ ساری انسانی نسل حرام کی پیداوار ہے، تو مسلمان اس کو غیر اخلاقی سمجھتے ہیں اس پر بات ہونی چاہئے۔

بعض ممالک میں خودکشیوں کا ریشو زیادہ آ رہا ہے، جن ممالک میں خوشحالی زیادہ ہے وہاں خودکشیاں زیادہ ہیں، کئی بڑے ممالک ایسے ہیں جہاں ہر دو سیکنڈ کے بعد عورت کے ساتھ ظلم ہوتا ہے۔ بدکاری ہوتی ہے، زبردستی، زنا بالجبر ہوتا ہے اس پر بات ہونی چاہئے، اس پر کوئی بات نہیں کرتا، آپ کے ہاں مختاراں مائی کو کوئی پکڑ کر لے جائے تو پوری دنیا ہل جاتی ہے اور وہاں ہر دو سیکنڈ بعد ایک عورت کے ساتھ زنا بالجبر ہوتا ہے کوئی نہیں پوچھتا۔ یہ تو پھر یک طرفہ ساری بات ہے۔ اس پر پھر مسلمانوں کو غور کر کے یہ طے کرنا چاہئے کہ اس کے مسائل کیا ہونے چاہئیں، اور مسائل کا متن ایسا ہو کہ فریق ایک دوسرے کے مؤقف کو سمجھ لیں، نہ کہ ایک فریق کو مکمل طور پر قفسِ انہام میں یا کٹہرے میں بطور ملزم کے کھڑا کیا جائے اور اب مسلمان مسلسل ۵۰ سال سے مستقل جواب دے رہے ہیں، ڈائیلاگ کے نام سے اور دو سو برس سے دے رہے ہیں اشراق کے نام پر اور اس سے پہلے کسی اور نام پر، یہ سلسلہ لامتناہی رہے گا تو تعطل رہے گا، تعلقات میں کشاکش رہے گی، معاملات کے چلانے میں اور مستقبل کی نقشہ کشی کرنے میں، اس لیے اگر سنجیدگی سے مستقبل کی نقشہ کشی کرنا مقصود ہے، تو وہ ایک خطوط پر ہونی چاہئے"۔[8]

یہ مختصر سی تمہیدی روداد ذکر کرنے کے بعد اب ہم موضوع کو حضور ﷺ کی زندگی سے شروع کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی زندگی بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ قبل از نبوت کے دور کو بھی شامل کریں تو تین حصوں پر مشتمل کہا جاسکتا ہے۔ قبل از نبوت کا دور، ہجرت سے قبل کا مکی دور اور ہجرت کے بعد کا مدنی دور۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی میں کفار کے ساتھ جو مختلف معاملات ہوئے ہیں مثلاً آپ ﷺ کی اسلام سے قبل غیر مسلموں کے آپس کے معاہدات میں پیش رفت، غیر مسلموں کو انفرادی واجتماعی، خفیہ واعلانیہ دعوت، غیر مسلم بادشاہوں کے نام مکتوبات گرامی، مدنی دور میں غیر مسلم وفود سے مکالمات، غیر مسلموں کو جانی ومالی حفاظت دینے کے فرامین جاری کرنا، جانی دشمن سے عفو ودر گزر، دشمنوں کے حق میں دعائے خیر، غیر مسلم قیدیوں سے حسن سلوک اور اسی طرح کے معاملات جو صحابہ نے بھی سرانجام دیئے ان میں اگر غور کیا جائے تو دعوتی پہلو کے ساتھ ساتھ محبت، رواداری، تحمل وبرداشت اور دین برحق کو تمام ادیان پر غلبہ دلانے کے حصول کا جذبہ بھی کار فرما نظر آتا ہے۔ اس موضوع کو اختیار کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ حضور ﷺ کی زندگی کے واقعات کو پڑھ کر مسلمان اپنا ایک لائحہ عمل بنائیں اور اس دور میں مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈا شروع ہوا ہے اس کا سدباب کیا جاسکے۔

آپ ﷺ کی اسلام سے قبل غیر مسلموں کے آپس کے معاہدات میں پیش رفت

کعبۃ اللہ کی تعمیر میں حجر اسود نصب کرنے پر جھگڑے کا شاندار تصفیہ

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک جب پینتیس سال کے لگ بھگ تھی کہ اس دوران قریش نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کا فیصلہ کیا جب تعمیر مکمل ہونے لگی اور حجر اسود نصب کرنے کا موقع آیا توان میں سخت اختلاف ہو گیا ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ سعادت اسے نصیب ہو۔آپ ﷺ نے اپنی دانائی سے ایسی تدبیر فرمائی کہ سب خوش ہو گئے اور ایک چادر بچھا کر اس پر حجر اسود رکھ کر سب سے اٹھوایا اور ایک خوفناک جنگ کا خاتمہ فرمایا۔[9]

قبل از نبوت حلف الفضول میں شرکت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک جب بیس سال کے لگ بھگ تھی ایک اہم معاہدے کی تجدید ہوئی، اس معاہدے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ عرب ممالک کی عام بدامنی، راستوں کے خطرناک ہونے، مسافروں کے لٹنے اور غریبوں پر زبردستوں کے ظلم نے چند باشعور اور دردمند لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کا تدارک کریں، چنانچہ ایسا جذبہ رکھنے والے کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں چند لوگ فضل بن فضالہ، فضل بن وداعہ اور فضل بن حارث نام کے تھے، انہوں نے ایک معاہدہ مرتب کیا، جو ان کے نام پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔[10]

حرب فجار جو واقعۂ فیل کے بعد بڑا واقعہ ہے، جس میں بہت خونریزی ہوئی تھی، اس کے نتیجے میں حجاز میں بڑی بدامنی ہو گئی تھی۔ چنانچہ زبیر بن المطلب کی تحریک پر اور بقول سلیمان منصور پوری آپ ﷺ کی تحریک پر بنو ہاشم اور بنو تمیم دونوں عبداللہ بن جُدعان کے گھر جمع ہوئے اور حلف الفضول کی تجدید کی، اس معاہدے میں چار اہم شقیں تھیں اور ہر ممبر اس کا اقرار کرتا تھا۔

۱۔ ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔ ۲۔ مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے۔ ۳۔ غریبوں کی امداد کرتے رہا کریں گے۔ ۴۔ اور ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔

آپ ﷺ اس معاہدے میں شریک تھے اس کے نتیجے میں پھر کسی قدر امن قائم ہو گیا۔آپ ﷺ اس معاہدے کا ذکر کرکے فرماتے تھے کہ اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو ہرگز پسند نہ کرتا اور اگر زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بلایا جاؤں تو اس کی شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔[11]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ایک بار وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔آپ اس کے سرہانے بیٹھے تو اسلام کی دعوت دی۔لڑکا اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا جو پاس

ہی موجود تھا (کہ باپ کا کیا خیال ہے؟) باپ نے لڑکے سے کہا کہ ابو القاسم ﷺ کی بات مان لو، چنانچہ لڑکا مسلمان ہو گیا، اب نبی ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر آئے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچا لیا۔[12]

اس واقعے سے اندازہ کیجئے کہ دعوت و تبلغی کا کام ہر موقع اور ہر وقت کیا جانا چاہیے۔ مرض میں چونکہ انسان کا دل نرم ہوتا ہے اس لیے حق کو آسانی سے قبول کرلیتا ہے۔ پھر دکھ کے وقت کی ہمدردی اور اعانت انسان کو یاد رہتی ہے۔ ان ہی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عیسائیوں نے اسپتالوں کے ذریعے مشنری کام کو وسیع پیمانے پر کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

غیر مسلموں کو انفرادی و اجتماعی، خفیہ و اعلانیہ دعوت اسلام کی تبلیغ کی ابتداء تو جبر، زور اور زبردستی کے جس معندانہ ماحول میں ہوئی وہ انسانی تاریخ کی دردناک لیکن تابناک مثال ہے۔ اسلام کا آغاز مظلومیت، بے چارگی اور بے بسی سے ہوا۔ قریش، یہود اور نصاری سب ہی اس کے مخالف تھے۔ اسی لئے اللہ کی طرف سے حکم تھا کہ اس کا آغاز اپنے گھر اور ترمی سے کرو اور وہ نہ مانیں تو ان سے تعارض نہ کرو۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔

آپ جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿وأنذر عشيرتک الأقربين واخفض جناحک لمن اتبع من المؤمنين فإن عصوک فقل إني بريئ مما تعملون﴾ ترجمہ: اور آپ سب سے پہلے اپنے قریبی کنبہ کو ڈرائیے۔ اور اپنی پیروی کرنے والے مومنین کے لئے نرم ہو جا، اگر تیری بات نہ مانیں تو کہہ دے میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔[13]

حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں، پھر حضرت علیؓ کو یہ شرف حاصل ہوا، جن کی عمر اس وقت دس سال تھی آپ کے غلام زید بن حارثہؓ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ قریش کے سرداروں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر آپ کے گرویدہ ہوئے، حضرت عمارؓ اور سعید بن زیدؓ نے بھی آپ کی دعوت کو قبول کیا، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ کے علاوہ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی ام الفضلؓ، اسماء بنت عمیسؓ، اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ بھی اس کارواں میں شامل تھیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی مساعی سے حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھی مسلمان ہوئے۔ مسلمان چھپ کر عبادت کرتے۔ کفار کی طرف سے ایذاء رسانی کا سلسلہ بھی جاری تھا۔[14]

نبوت کے تین سال بعد جب اللہ کی طرف سے حکم نازل ہوا تو آپ نے خفیہ دعوتی سلسلے سے آگے بڑھتے ہوئے اعلانیہ دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین پس تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھل کر کہہ دے اور مشرکین سے دور ہو جا۔

اس سلسلے میں حضور ﷺ کا کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو نام بنام بلانا ان کے ساتھ آپ کا مکالمہ اور انہیں خیر کی دعوت دینا کتب سیرت میں مشہور ہے۔ ابو لہب کا آپ کے ساتھ جرح کرنا آنحضرت ﷺ کا تحمل اور برداشت۔ انہیں جواب نہ دینا انہیں بہت پیار و محبت کے ساتھ ان کی فلاح و بھلائی کی بات سمجھانا جس پر جب ابو لہب کا آپ کو بد دعا دینا نعوذ باللہ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سورہ لہب نازل ہونا جس میں ابو لہب کی ہلاکت کا تذکرہ ہے۔[15]

اس دعوتی مکالمہ سے جہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور نے انفرادی اور اجتماعی دعوتی مکالمہ فرمایا اور بہت ہی اچھے انداز سے ان کو فلاح کی طرف بلایا تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کیا اس کے ساتھ یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو اس دعوت کا انکار کرتا ہے اور جرح و عدم برداشت کا مظاہرہ کرتا ہے اللہ کا غیض و غضب اس پر کیسا قہر بن کر نازل ہوتا ہے قیامت تک کے لیے وہ آیات قرآن کریم کا جزء بن گئیں۔

اگر صرف حضور ﷺ کی زندگی کو ہی لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ نے مشرکین، نصاری، یہود اور مجوس اور دیگر مذاہب والوں کو دین کی دعوت دی جس کی حیثیت تبلیغ کے ساتھ دعوتی مکالمے کی بھی مانی جاسکتی ہے۔ اور یہ دعوتی مکالمے ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کی زندگی دونوں کو محیط ہیں۔

صنادید قریش سے مکالمہ ابتدائی زمانہ اسلام میں آپ کا اپنے چچا ابو طالب کی موجودگی میں صنادید قریش سے مکالمہ بہت مشہور ہے جس میں آپ نے انہیں کلمہ واحدہ کی طرف دعوت دی اور انہیں اس کے فوائد بتائے وہ کلمہ واحدہ پڑھنے کے لیے تیار تھے لیکن جب پتہ چلا کہ وہ کلمہ توحید ہے تو وہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔

جس کا تذکرہ سورۃ ص أجعل الآلہة إلہا واحدا إن ہذ ا لشئ عجاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ہے۔[16]

حضور کا اپنے چچا ابو طالب سے مکالمہ جب قریش نے حضور کی شکایت لگائی اور ابو طالب نے آپ کو طلب کرکے وضاحت چاہی تو حضور کا وہ جواب بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ چچا جان اگر آپ میرے داہنے ہاتھ سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں تب بھی میں اس کام کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ کامیابی دے یا میرا خاتمہ ہو یہ کہہ کر آپ کی آنکھ مبارک نم ہو گئ اور آپ رونے لگے۔[17] اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مکالمہ میں اپنے نظریہ اور مشن کو چھوڑنا صحیح نہیں۔

عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ جو حضور کا جو مکالمہ عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ جو حضور کا جو مکالمہ ہوا وہ کتنا دلچسپ ہے اس نے مال، دولت، شادی، بادشاہت، عزت ہر طرح سے لالچ دینے کی کوشش کی آپ نے جواب سورہ حم السجدۃ کی آیات تلاوت فرمائیں وہ لاجواب ہو کر اپنی کفار قوم کو سمجھانے اور محمد ﷺ سے تعرض نہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔[18]

حضور ﷺ کا حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے مکالمہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے جو اسلام سے قبل حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے چچا کے قاتل بھی تھے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ دیکھئے وہ سوال کرتا ہے کہ میں قاتل مشرک زانی ہوں میری نجات کیسے ہو سکتی ہے۔ حضور نے اس کے تردد کو دور فرمایا قرآن کی آیات اتریں۔ ﴿الا من تاب وآمن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما﴾ ترجمہ: مگر جو (شرک و معاصی سے) توبہ کرلے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔[19]

وحشی پھر کہتا ہے کہ توبہ اور اعمال صالحہ کی شرط بڑی کڑی ہے ممکن ہے میں پوری نہ کر سکوں جواب ملتا ہے۔ ﴿ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء﴾ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔[20] وحشی پھر فرماتے ہیں کہ اللہ کی مشیت کی شرط لگادی گئی ہے نہ جانے میرے بارے میں اللہ کی مشیت ہو گی یا نہ ہو گی۔ کوئی امید افزا بات بتائیں۔ اللہ نے آیت اتار دی۔ ﴿یا عبادی الذین أسرفوا علی أنفسہم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ إن اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔﴾ ترجمہ: اے میرے بندوں جنہوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین اللہ تمام گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا۔[21]

دیکھئے دعوتی مکالمہ میں کتنی زیادہ نرمی اور برداشت کا مظاہرہ کیا جارہا ہے چچا جو دل و جان سے زیادہ عزیز تھے ان کے قاتل کے ساتھ بھی اس انداز کی گفتگو اور امید افزا باتیں بتا کر دین کی طرف راغب کیا جارہا ہے۔[22]

جماعتوں کے ساتھ مکالمہ حضور نے مکالمہ صرف انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ جماعتوں سے بھی فرمایا: مثال کے طور پر ابن جریر نے ابن عباس سے جو واقعہ نقل کیا ہے جس میں صنادید قریش نے آپ کو بلوایا اور آپ کو مال و دولت کا لالچ دینے کی بات کی۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ بیمار ہیں تو ہم علاج کرائیں۔ لیکن آپ نے ایک ہی جواب دیا کہ میں تو جنت کی بشارت اور دوزخ سے ڈراتا ہوں۔[23]

پھر انہوں نے کہا کہ اگر تم ہماری بات نہیں مانتے تو ایسا کرو کہ ہم سے فقر و فاقہ دور کردو، اور ہمارے جد امجد قصی بن کلاب کو زندہ کردو۔ جو نیک انسان تھا اس سے ہم آپ کے بارے میں پوچھ لیں گے جنت دوزخ اور آخرت کے بارے میں اگر وہ آپ کی تصدیق کردے تو ہم بھی تصدیق کردیں گے۔

حضور نے کتنے پیارے انداز سے جواب دیا کہ میں ان باتوں کے لے نہیں آیا میں تو اللہ کی جانب سے وہی باتیں لایا ہوں جن کو دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے جو تمہاری کامیابی کی ضامن ہیں۔ اگر تم نہ مانوگے تو میں صبر کروں گا۔ وہ پھر بولے کہ چلو اللہ سے دعا کرو کوئی فرشتہ آجائے جو آپ کی تصدیق کرے۔ چلیں آپ اپنے لیے باغات محل اور خزانے مانگ لیں۔ تاکہ آپ کو بازاروں میں کمانے کی زحمت اور تکلیف نہ ہو۔ حضور کا جواب سنیں میں ان باتوں کے لیے نہیں آیا میں رحمت کی خوشخبری سنانے اور عذاب سے ڈرانے کے لیے آیا ہوں۔ جو کچھ میرے پاس ہے اس میں تمہارے لیے دونوں جہانوں کی بھلائی ہے۔ پھر کہنے لگے چلو تم ہم پر آسمان گرادو تاکہ ہم ختم ہو جائیں جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے۔

آپ نے فرمایا یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ کیا اللہ کو پتہ نہیں کہ ہم تم سے سوال کرنے جمع ہیں وہ تمہیں جواب پہلے سے ہی دے دیتا۔ ہمیں ایسا پتہ لگا ہے کہ تم کو یمامہ کا ایک آدمی رحمان بتاتا ہے۔ ہم خدا کی قسم کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اور آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے بدلہ لیتے رہیں گے یا آپ ہلاک ہو جائیں یا ہم ختم ہو جائیں۔ کسی نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ہم ان کو پوجتے ہیں ان کو حاضر کرو تو ہم مسلمان ہو جائیں جب انہوں نے یہ باتیں شروع کیں تو حضور اٹھ کر چل دیئے۔

آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی امیہ ابن عبداللہ، ابن عمرو بن مخزوم جو آپ کی پھوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا چل دیئے۔ کہنے لگا اے محمد انہوں نے جو پیش کرا آپ زمانے پھر انہوں نے اپنے منافع کا سوال کیا تو اس کو بھی آپ نے پورا نہیں کیا پھر عذاب کا مطالبہ بھی آپ نے پورا نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں ایمان نہیں لاؤں گا چاہے آپ آسمان تک سیڑھی لگائیں آسمان پر چڑھے جائیں میں دیکھ رہا ہوں آپ کھلی کتاب لے کر آئیں چار فرشتے ساتھ ہوں آپ کی تصدیق کے لیے میں پھر بھی آپ کی تصدیق نہ کروں گا۔ دیکھئے جناب والا حضور کے ساتھ کس انداز کا مکالمہ کر رہے ہیں۔ اور حضور کا غم اور کڑھن دیکھیں۔[24]

غیر مسلم بادشاہوں کے نام رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات گرامی

مکالمے کی ایک دعوتی مثال

آپ ﷺ کا صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں دعوت اسلام کے لیے خطوط روانہ کرنا حدیبیہ کی صلح کے بعد آپ ﷺ نے اپنے معاصر سلاطین کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے پاس خطوط بھجوائے جو رواداری، نرمی اور بردباری کی اعلی مثال ہے۔ رسول اللہ ﷺ

نے کسریٰ کے پاس عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہم کو اور حاکم یمامہ ہوذۃ بن علی کے پاس سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اور ہجر کے حاکم منذر بن ساوی کے پاس علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو اور عمان کے دونوں حاکموں جیفر وعباد جلندی کے دونوں بیٹوں کے پاس عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اور قیصر کے پاس حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اور منذر بن حارث غسانی کے پاس شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ کو اور نجاشی شاہ حبشہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو آپ نے روانہ فرمایا۔ یہ سارے حضرات سوائے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے پیغام رسانی کرکے آپ کی حیات طیبہ ہی میں واپس آگئے، علاء بن حضری رضی اللہ عنہ بحرین میں تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ دار بقا کی طرف رحلت فرماگئے۔[25]

مکتوبِ گرامی ﷺ بنام نجاشی شاہِ حبش رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھیوں کے بارے میں شاہ حبشہ کو یہ گرامی نامہ ارسال فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نجاشی شاہ حبش کے نام

السلام علیک میں اس اللہ پاک کی حمد تمہاری طرف پیش کرتا ہوں جو مالک کائنات اور مقدس امن دینے والا اور سلامت رہنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے روح اور اللہ کا ایسا کلمہ ہیں جن کو مریم بتول نیک طینت، پاک دامن کی طرف القا فرمایا تھا، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ ہو گئیں، ان کو اللہ نے اپنی روح اور (اپنے فرشتہ کی پھونک سے پیدا فرمایا جس طرح پر کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور ان میں روح کا پھونکنا اپنے دست قدرت سے کیا اور میں تم کو ایسے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کی پابندی کی دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی کہ میرا اتباع کرو۔ مجھ پر اور جو کتاب مجھ پر نازل کی گئی اس پر ایمان لے آؤ بیشک میں اللہ کا رسول ہوں اور میں نے تمہارے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر اور ان کی معیت میں دوسرے مسلمانوں کو بھیجا ہے جب یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو ان کی خاطر تواضع کرنا اور تکبر اور غرور کو چھوڑ دینا، میں تم کو اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں تمہیں تبلیغ ونصیحت کر چکا میری نصیحت کو مان لو اور اس پر سلامتی ہے جس نے ہدایت کا اتباع کیا"۔[26]

مکتوب گرامی ﷺ بنام قیصر وشاہ روم حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے گرامی نامہ دے کر قیصر کی طرف بھیجا میں نے قیصر کے یہاں پہنچ کر مکتوب گرامی اس کے حوالہ کیا قیصر کے پاس اس کا بھتیجا بیٹھا ہوا تھا، اس کا رنگ سرخ، آنکھیں نیلی، سر منڈا ہوا تھا، خط قیصر کے سامنے پڑھا گیا، جس کا مضمون گرامی یہ ہے۔

اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے روم والے ہرقل کے نام

یہ سن کر اس کا بھتیجا غرآیا اور تڑخ کر بولا یہ خط ہرگز نہ پڑھا جائے گا، قیصر (یعنی ہرقل) نے اس سے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا اس لیے کہ کہنے والے نے اپنا نام پہلے لکھا ہے اور دوسرے یہ کہ روم کا بادشاہ لکھنے کے بجائے روم والا لکھا ہے۔ قیصر نے کہا یہ مکتوب گرامی ضرور پڑھا جائے گا چنانچہ یہ خط پڑھا گیا اور جب قیصر کے پاس سے مجمع ہٹ گیا قیصر نے مجھے اور اپنے اس پادری کو جو ہر کام میں مشیر سمجھا جاتا تھا اندر بلالیا ساری باتیں اس کے سامنے بیان کیں اور آپ کا مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا پادری نے کہا یہی تو وہ نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے اور جن کی ہم کو عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے، قیصر نے پھر پادری سے پوچھا میرے لیے اب تمہارا کیا حکم ہے پادری نے اس سے کہا بہر حال میں تو ان کی تصدیق کروں گا، اور ان کا اتباع کروں گا، قیصر نے کہا اگر میں ایسا کر لوں تو میری سلطنت چلی جائے گی۔

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ تو اس کے پاس سے چلے آئے اور قیصر نے ابوسفیان کے پاس جو ان دنوں وہیں تھے آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور ان سے دریافت کیا وہ آدمی جو تمہارے یہاں ظاہر ہوا ہے کون ہے؟ کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ جوان آدمی ہے قیصر نے پوچھا کہ تم لوگوں میں اس کا حسب نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے کہا حسب نسب میں اس سے افضل ہم میں سے کوئی نہیں ہے، قیصر نے کہا یہ بات علاماتِ نبوت میں سے ہے، اس کے بعد پوچھا کہ آپ کی سچائی کس درجہ ہے ابوسفیان نے کہا کہ کبھی جھوٹ نہیں بولا قیصر نے کہا یہ بھی علامت نبوت سے ہے، قیصر نے پوچھا کیا کوئی تمہارے ساتھیوں میں سے اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد تمہاری طرف لوٹا ابوسفیان نے کہا نہیں قیصر نے کہا یہ بھی نبوت کی نشانی ہے، قیصر نے دریافت کیا جب وہ اور اس کے ساتھی جنگ کرتے ہیں تو کیا پسپا بھی ہوتے ہیں ابوسفیان نے کہا کبھی انہیں شکست ہوتی ہے کبھی فتح ہوتی ہے قیصر نے کہا یہ بھی نبوت کی نشانی ہے۔

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد مجھ کو بلا کر کہا اپنے حضرت سے کہہ دینا مجھے یقین کامل ہے کہ وہ نبی ہیں لیکن میں اپنا ملک نہ چھوڑوں گا حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس پادری سے رائے لی تھی لوگ اس کے پاس ہر اتوار کو جمع ہوا کرتے تھے وہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتا تھا اس کے بعد جب اتوار آیا وہ وعظ و نصیحت کے لیے اپنے حجرے سے نہیں نکلا اور اگلے اتوار تک حجرے ہی میں بیٹھ رہا میں اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا، وہ مجھ سے باتیں کرتا اور پوچھا کرتا تھا، اس کے بعد دوسرا اتوار آیا لوگوں نے اس کا بڑا انتظار کیا کہ وہ باہر آئے لیکن وہ باہر نہ نکلا اور مرض کا بہانہ کر گیا، اور ایسا اس نے کئی مرتبہ کیا تو لوگوں نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا یا تو تو ہم لوگوں کے پاس آ اور نہیں زبردستی ہم لوگ داخل ہو کر تجھے قتل کر دیں گے ہم لوگ تو تجھے اسی دن سے بدلا ہوا پاتے ہیں جب سے وہ عربی آیا ہے مجھ سے پادری نے کہا تم اس خط کو لو اور اپنے حضرت کو دے دینا اور میرا اسلام عرض کرنا اور آپ سے کہنا کہ بیشک میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں میں

آپ پر ایمان لاتا اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور میں نے آپ کا اتباع کیا ان لوگوں کو میرا یہ ایمان لانا برا لگا جو کچھ (اے دحیہ) تم دیکھ رہے ہو آپ تک پہنچا دینا، اس کے بعد پادری باہر نکلا اور لوگوں نے اسے شہید کر دیا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر قل نے آپ کی گرامی نامہ پڑھ کر حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے کہا تجھ پر بڑا افسوس ہے بے شک خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ تمہارے حضرت نبی مرسل ہیں اور یہ وہی ذات گرامی ہیں جن کا ہم لوگ انتظار کر رہے تھے، اور ان کا تذکرہ ہماری کتابوں میں موجود ہے لیکن مجھے باشندگان روم سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور اگر یہ کھٹکا نہ ہوتا تو میں ضرور آپ کا اتباع کرتا تم صنغاطر پادری کے پاس جاؤ اور اس سے اپنے حضرت کا تذکرہ کرو، اس لیے کہ وہ سر زمین روم میں مجھ سے بڑا ہے اور اس کی بات زیادہ مانی جاتی ہے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے پادری سے جا کر بات چیت کی، پادری نے کہا تمہارے حضرت خدا کی قسم نبی مرسل ہیں ہم ان کی صفات سے اور ان کے نام سے بھی واقف ہیں اس کے بعد وہ اپنے حجرے میں گیا اور اپنے کپڑے اتارے اور سفید کپڑے پہن کر باہر آیا اور اس نے کلمہ حق کی شہادت دی اہل روم اس پر پل پڑے اور اس کو شہید کر ڈالا۔[27]

مکتوب گرامی ﷺ بنام مقوقس شاہ اسکندریہ (مصر) حضرت عبداللہ بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کے پاس نامہ گرامی دے کر بھیجا یہ حضور کا خط لے کر پہنچے مقوقس نے گرامی نامہ کو چوما اور حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا اکرام کیا اور بہت اچھی طرح ان کو ٹھہرایا اور جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس کیا آپ ﷺ کے لیے ان کے ہاتھ بطور ہدیہ ایک جوڑا کپڑا اور زین سمیت ایک خچر اور دو باندیاں پیش خدمت کیں جن میں سے ایک آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی ماں ہوئیں جن کا نام ماریہ رضی اللہ عنہا تھا اور دوسری باندی حضور ﷺ نے محمد بن قیس عبدی کو ہبہ کر دی۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ نے مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس نامہ گرامی دے کر بھیجا۔ مقوقس نے مجھے اپنے محل میں اپنے پاس ٹھہرایا اس نے اپنے تمام پادریوں کو جمع کیا اور مجھے بلا کر کہا میں تم سے کچھ باتیں پوچھوں گا، تم ذرا سمجھ کر جواب دینا میں نے کہا پوچھئے اس نے کہا تم اپنے حضرت سے مجھے مطلع کر دکیا وہ نبی نہیں ہیں میں نے کہا وہ بلا شبہ اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا کہ جب وہ اس اونچے پائے کے تھے تو انہیں یہ کیا سوجھی کہ جب قوم نے انہیں وطن سے نکال باہر کر دیا قوم کے لیے بد دعا کیوں نہ کی؟

میں نے کہا کیا حضرت عیسیٰ بن مریم کے بارے میں تم لوگ اللہ کے رسول ہونے کی شہادت نہیں دیتے ہو اس نے کہا بیشک وہ اللہ کے رسول ہیں میں نے کہا جب قوم نے انہیں پکڑا اور ان کو سولی دینے کا ارادہ کیا تو انہیں یہ کیا سوجھی کہ قوم پر بد دعا کیوں نہیں کی؟ کہ اللہ ان سب کو تباہ و برباد کر دیتا اور ان کو اللہ نے آسمان دنیا پر اٹھالیا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس نے

مجھ سے کہا کہ تم نہایت ہی دانا اور عقل مند کے پاس سے آئے ہو یہ ھدیے میں تمہارے ساتھ بھیج رہا حضرت محمد ﷺ کے لیے اور تمہارے ساتھ پہرے دار بھیج دوں گا، جو تمہاری وہیں تک پہرہ داری کریں گے رسول اللہ ﷺ کے پاس تین باندیاں جن میں سے ایک ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ کی والدہ مبارکہ ہوئیں اور ایک باندی آپ نے حسان بن ثابت کو اور تیسری محمد بن قیس عبدی کو ہبہ کردی اور کئی ایک نایاب چیزیں اپنے یہاں کی چیزوں میں سے آپ کی خدمت میں بھیجیں۔ (28)

مکتوب گرامی ﷺ بنام اہل نجران ... عیسائیوں سے مکالمہ کی ایک اہم اساس حضرت یونس رضی اللہ عنہ جو شروع میں نصرانی تھے بعد میں اسلام لے آئے فرماتے ہیں، جناب رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کو سورہ طس اترنے سے قبل ہی نامہ گرامی اس مضمون کا ارسال فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسحٰق علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام کے پرورد گار کے نام سے شروع کرتا ہوں محمد ﷺ کی جانب سے جو اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں، نجران کے پادری اور تمام ساکنین نجران کے نام، تم لوگ صلح پسند ہو میں تمہارے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرات اسحٰق علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام کے خدا کی تعریف کرتا ہوں امابعد، میں تم لوگوں کو بندوں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہوں اور نبدوں کی دوستی سے ہٹا کر اللہ کی دوستی کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اس بات سے انکار کو تو جزیہ دو اگر تم اس سے بھی انکار کرتے ہو تو میں نے تم کو لڑائی کا چیلنج دیا ہے۔
والسلام (29)

مکتوب گرامی نجران کے پادریوں کے نام نجران کے پادریوں کے لیے آپ ﷺ نے ایک تحریر لکھ کردی: اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے ابو الحارث پادری، و دیگر پادریوں اور راہبوں اور کاہنوں کو اور ہر وہ چیز جو ان کے قبضہ میں ہے تھوڑی یا بہت اللہ اور اس کے رسول کی پناہ دی گئی کسی پادری اور کسی راہب اور کسی کاہن کو ان کے منصب سے نہ ہٹایا جائے گا اور ان کے حقوق اور ان کے اقتدار اور کسی چیز میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی ان کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول کی پناہ اس وقت تک جب تک کہ یہ صحیح اور صالح طرز پر رہیں گے نہ تو کسی کے ساتھ ظلم کریں اور نہ ظالم کا ساتھ دیں، یہ تحریر آپ ﷺ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے لکھوائی۔ (30)

مکتوب گرامی ﷺ بنام بکر بن وائل مرثد بن طبیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگوں کے پاس جناب رسول اللہ ﷺ کا نامہ گرامی پہنچا ہمیں کوئی ایسا پڑھنے والا نہ ملا جسے پڑھ کر ہم لوگوں کو سناتا، بالآخر قبیلہ ضبیعہ کے ایک آدمی سے پڑھوایا، حضور کا یہ گرامی نامہ بکر بن وائل کے نام تھا، آپ نے تحریر فرمایا تھا۔ "تم لوگ اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے"۔ (31)

مکتوب گرامی ﷺ بنام بنی جذامہ عمیر جذامی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رفاعہ جذامی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کو بھی یہ گرامی نامہ تحریر فرما کردیا:

"محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رفاعہ بن زید کے لیے، میں ان کو ان کی قوم کے پاس اور جو لوگ بھی ان میں داخل ہیں ان کے پاس بھیج رہا ہوں، تاکہ یہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائیں جو لوگ ایمان لے آئیں گے وہ اللہ اور اس کے رسول کی جماعت میں شمار ہوں گے اور جو انکار کرے گا اس کے لیے صرف دو ماہ کی مہلت ہے جب یہ اپنی قوم کے پاس آئے لوگوں نے ان کا کہا مان لیا۔"(32)

ان سرگرمیوں سے اندازہ ہوگا کہ آپ ﷺ اپنے معاصر سلاطین کو کس طرح اسلام کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ جب سفراء کو کہیں بھیجتے تو نرمی، اخلاق حسنہ اور رواداری کی تلقین فرماتے۔ ان کے اسی اعلی اخلاق سے متاثر ہو کر لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

اپنی ذات کے لئے رواداری اور برداشت میں اور دین کے لئے رواداری میں فرق آپ ﷺ کی جن سے گفتگو ہوئی ان کے دو گروہ ہیں، ایک تو وہ جنہوں نے آپ کی ذات کو تکلیف پہنچائی، آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے اور دوسرا وہ گروہ جنہوں نے دین اسلام کی راہ میں کانٹے بچھائے اور ایسا نقصان پہنچایا کہ امت مسلمہ کو اور دین کی تعلیمات کو منہدم یا مسخ کرنے کی کوشش کی، ان کے ساتھ آپ کا رویہ کیا ہے؟ جب آپ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت عام معافی کا اعلان کیا تو آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو عام معافی سے مستثنیٰ کر دیا تھا، ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، ان میں سے ایک شخص کے متعلق صحابہ نے آکر رپورٹ دی کہ یارسول اللہ! وہ خانہ کعبہ کے پردے میں لپٹا ہوا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو وہیں قتل کر دو، تو رواداری اور برداشت میں یہ فرق بہر حال رکھنا چاہیے کہ ایک وہ رواداری ہے کہ جس میں آپ کی ذات کو تکلیف پہنچی ہو اور ایک وہ رواداری ہے کہ جس میں دین کو نقصان پہنچا ہو۔ اس لیے جہاں ہم مکالمہ بین المذاہب کی بات کریں وہاں ہمیں رواداری کے مفہوم کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔

مدنی دور میں غیر مسلم وفود سے مکالمات مدنی دور کا آغاز معاہدات، غزوات اور سرایات سے ہوتا ہے، مدنی دور کے آغاز میں وفود کی آمد بہت کم ہے لیکن سن آٹھ ہجری کے اواخر اور سن نو ہجری اور سن دس ہجری سارے کا سارے وفود کی آمد اور ان کے ساتھ گفتگو سیرت کی کتابوں میں ملتی ہے۔

سن نو ہجری میں جو وفد آیا اس میں وہ سردار بھی موجود تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو زخمی کر دیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خون سے آپ ﷺ کا جوتا مبارک پاؤں سے اس قدر جم گیا تھا کہ بڑی مشکل سے میں نے وہ جوتا آپ کے پاؤں سے جدا کیا، اور اس وفد میں وہ لوگ بھی موجود تھے کہ فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں نے طائف کا محاصرہ کیا تو انہوں نے سازش کے ذریعے مسلمانوں کو بڑا سخت نقصان پہنچایا اور وہ سازش یہ کی کہ جب مسلمان طائف میں داخل ہوئے تو طائف کے لوگوں نے ان پر کوئی حملہ نہیں کیا، کوئی ان سے تعرض نہیں کیا، مسلمان بڑے اطمینان کے ساتھ طائف کے اندر داخل ہو گئے اور

طائف ایک پہاڑی علاقہ ہے اور یہ پہاڑیوں میں چھپے ہوئے تھے اور منصوبہ یہ تھا کہ جب تک پورا قافلہ اندر نہیں آجاتا اس وقت تک ہم کوئی حرکت نہیں کریں گے اور یہ قافلہ بہت بڑا تھا جب یہ سارے کا سارا قافلہ اندر آگیا تو چاروں طرف سے گھیر کر مسلمانوں کو مارا گیا، وہ لوگ بھی اس میں موجود تھے۔ تو اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ آپ ان کے لیے بد دعا فرمائیں تو اس وقت بھی آپ ﷺ کی زبان مبارک سے بد دعا کی بجائے یہ الفاظ مبارک نکلے (اللہم اہدی ثقیفاً وإت بہم مسلمین) کہ اے اللہ ثقیف کے لوگوں کو ہدایت عطا فرمایا اور انہیں مسلمان بنا کر میرے پاس لا، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی یہ دعا قبول فرمائی، واقعتاً ثقیف کے وہ لوگ ہدایت یافتہ بھی ہوئے اور از خود مسلمان ہونے کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس میں عبد علیل بھی تھا جس نے طائف کے اوباش نوجوانوں کو آپ ﷺ نے پیچھے لگایا تھا۔[33]

اور بھی طائف کے بہت سے لوگ تھے، ان لوگوں نے آکر نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، ہم اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن ہماری تین شرائط ہیں (۱) کہ ہم نماز نہیں پڑھ سکتے، یہ ایک بڑا مسئلہ ہے ہمارے لیے، آپ نماز معاف کر دیں۔ (۲) ہمارا ایک بہت بڑا بت لات ہے، ہم اس کے بہت معتقد ہیں، خصوصاً ہماری عورتیں اس کی بہت معتقد ہیں، تو فوری طور پر اس کو توڑنا اور اس کی عبادت کو چھوڑنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے، تو تین سال تک ہمیں مہلت دیں کہ اس بت کو نہ توڑا جائے، تاکہ تین سال کے اندر لوگوں کے اندر اس کی جو محبت ہے وہ آہستہ آہستہ ختم ہو جائے، تو تین سال کے بعد جب اسے توڑا جائے گا تو کوئی ایسا امن و امان کا مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔ (۳) ہمارے بت خود ہمارے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان کی تینوں شرائط کو سنا اور سن کر کہا کہ پہلی جو دو شرائط ہیں وہ تو بالکل نا قابل قبول ہیں ایسے دین میں کوئی خیر نہیں ہے کہ جس میں نماز نہ ہو، لہٰذا تمہارا یہ مطالبہ بالکل نا قابل قبول ہے کہ تمہارے لئے نماز معاف کر دی جائے، نماز ایک فریضہ ہے اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو تمہیں نماز پڑھنی پڑے گی اس میں کوئی رخصت اور کوئی چھوٹ نہیں ہے اور دوسرا جو تمہارا یہ مطالبہ ہے کہ لات کو تین سال تک زندہ رکھا جائے اور اسے توڑا نہ جائے یہ مطالبہ بھی قابل قبول نہیں کہ جب تم مسلمان ہو گئے، دین اسلام قبول کر لیا اللہ کی توحید اور اللہ کی وحدانیت کو قبول کر لیا تو اب کسی بھی طرح لات ہو یا منات و عزیٰ ہو، تو کسی بھی طرح ان کی عبادت قابل قبول نہیں ہے۔ تو یہ تمہارے دو مطالبے تو قابل قبول نہیں ہیں، البتہ تیسرا مطالبہ قابل قبول ہے کہ ہم اپنے نمائندے بھیج دیں گے اور وہ نمائندے جا کر تمہارے بتوں کو توڑ دیں گے۔ لہٰذا ہم تمہارا تیسرا مطالبہ ماننے کے لیے تیار ہیں، چنانچہ اس پر ثقیف کے لوگ مسلمان ہوئے اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جا کر ان کے بتوں کو توڑا۔ اگرچہ اس پر بڑا احتجاج ہوا خواتین آگئیں، انہوں نے اپنے سر ننگے کر لئے اور انہوں نے بڑا رونا پیٹنا شروع کر دیا کہ ہمارے یہ بت کیوں توڑے

جا رہے ہیں۔ تو آپ دیکھیں کہ ثقیف کے اس غیر مسلم وفد نے تین شرائط رکھیں لیکن آپ ﷺ نے ان میں ایک کو مان لیا اور دو کو رد کر دیا۔[34]

دوسرا بڑا وفد بنو حنیفہ کا ہے۔ یہ ایک مالدار قبیلہ تھا جس کے سردار ثمامہ بن اثال تھے، یہ بڑے مغرور اور متکبر قسم کے لوگ تھے، اسی بنی حنیفہ کے اندر مسیلمہ کذاب بھی موجود تھا جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ یہ لوگ بھی مدینہ منورہ تشریف لائے، لیکن اپنے غرور اور تکبر کی وجہ سے خود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے، نبی کریم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں، میں ان کی قیام گاہ پر چلا جاتا ہوں اور نبی کریم ﷺ بذات خود ان کی قیام گاہ پر تشریف لے کر گئے۔ وہاں مسیلمہ کذاب نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ ہم اسلام لانے کے لیے تیار ہیں لیکن ایک شرط ہے، وہ یہ کہ آپ ابھی اعلان کر دیجئے کہ آپ کے بعد میں آپ کا جانشین ہوں گا، میں آپ کا خلیفہ ہوں گا اور نبوت اور رسالت کا جو کام آپ کر رہے ہیں وہ میں کروں گا، یہ کام کر دیجئے تو پھر ٹھیک ہے، مجھے ولی عہد بنا دیجئے میں آپ کا دین قبول کرنے کے لیے تیار ہوں، آپ ﷺ نے انکار فرما دیا اور آپ ﷺ اٹھ کر واپس چلے آئے اور مزید کوئی ان سے آپ ﷺ کی گفتگو نہیں ہوئی۔[35]

تیسرا وفد نصاریٰ نجران کا ہے یہ وفد اپنی کمیت کے اعتبار سے بھی بہت بڑا تھا اور کیفیت کے اعتبار سے بھی بہت بڑا تھا اور اپنی گفتگو کے اعتبار سے بھی بہت بڑا تھا، کمیت کے اعتبار سے تو اس طرح کہ اس میں ساٹھ افراد شامل تھے جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کیفیت کے اعتبار سے اس کی بڑائی یہ تھی کہ اس میں چودہ افراد وہ تھے جو نصاریٰ نجران کے سردار اور ان کے ائمہ قسم کے لوگ تھے اور گفتگو کے اعتبار سے اس طرح بڑا تھا کہ اس میں نبی کریم ﷺ نے بڑی طویل گفتگو فرمائی۔

وہ وسیع گفتگو یہ تھی کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے متعلق سوال کیا، ان کی الوہیت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ اور گفتگو کا آغاز اس طرح کیا کہ کیا آپ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا کوئی باپ نہیں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں بالکل ایسے ہی بات ہے کہ وہ ایک معجزانہ شان کے ساتھ بن باپ کے پیدا ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اچھا اگر ان کا کوئی باپ نہیں تھا تو پھر ان کا باپ کون؟ انسانوں میں جب کوئی ان کا باپ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ اللہ ان کا باپ تھا اور وہ اللہ کے بیٹے ہیں، یہ انہوں نے نظریہ پیش کیا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اچھا ایک بات بتلاؤ! کیا تم اس بات کو مانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہ السلام کے حمل سے پیدا ہوئے، انہوں نے کہا کہ ہاں جی بالکل تسلیم کرتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کسی کے حمل سے پیدا ہوئے ہیں؟ اب یہ چپ ہو گئے۔

دوسرا سوال نبی کریم ﷺ نے ان سے یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کھانا وغیرہ کھاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں جی بالکل کھاتے تھے تو آپ ﷺ نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ کھانے کا محتاج ہے؟ کیا اسے بھوک لگتی ہے؟ پھر یہ لوگ خاموش ہو گئے۔

تیسرا سوال یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہارا کیا تصور ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ بھی کسی وقت فنا ہو جائے گا؟ کیا کوئی ایسا وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ نہیں ہو گا؟ تو نہوں نے کہا کہ نہیں ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ وعیسیٰ یأتی علیہ الفنا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا حال یہ ہے کہ ان پر فنا آئے گی، یہ گفتگو ہو رہی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وفد نجران کے سامنے، اور اس وفد میں عیسائیوں کے بڑے بڑے پوپ شامل تھے، ان کے سامنے آپ ﷺ یہ بتلا رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی ذات میں شریک نہیں ہو سکتے، اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی (قل ہو اللہ احد۔ اللہ الصمد۔ لم یلد۔ ولم یولد۔ ولم یکن اللہ کفوا احد۔) کہ اس کی الوہیت میں نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اس لیے تمہیں یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی، یہ وفد چلا گیا، اس نے کوئی جواب نہیں دیا، انہوں نے کہا کہ ہم واپس آ کر جواب دیں گے۔

واپس جا کر ان کی آپس میں گفتگو شروع ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ کو کیا جواب دیں؟ تو ان کے جو بڑے پوپ اور فادر تھے وہ ابھی تک اس حال میں نہیں تھے کہ نبی کریم ﷺ کی بات کو مان لیں اور نبی کریم ﷺ جو نظریہ رکھتے ہیں اس نظریے کو مان لیں۔ اگلے دن پھر حاضر ہوئے۔ پھر اسی طرح کی گفتگو ہوئی، پھر بھی انہوں نے بات کو تسلیم نہیں کیا، تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دعوت مباہلہ دی، ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، اگر تم میری بات کو اس طرح سے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو ان دلائل کی روشنی میں جو میں نے دیئے تو پھر میں بھی اپنے بچوں کو لے کر آتا ہوں اور تم بھی اپنے بچوں کو لے کر آؤ، پھر کسی کھلے میدان میں مباہلہ کرتے ہیں جو ہم میں جھوٹا ہو گا اس پر اسی وقت اللہ کا عذاب اور غضب نازل ہو گا۔

اب اگلے دن کا مباہلے کا وقت ہے، یہ لوگ واپس آ گئے تو اب ان کے جو پوپ تھے انہوں نے کیا بات کہی؟ تو انہوں نے کہا کہ دیکھو مباہلے کی دعوت بالکل قبول نہ کرنا، اس بات پر ہرگز نہ آنا اگر تم نے مباہلے کی دعوت قبول کر لی تو دیکھو ہم تو علماء ہیں مذہب کو جانتے ہیں، نبی کی تعلیمات اور اس کی نشانیوں کو جانتے ہیں، ہم نے نبی کریم ﷺ کے چہرے میں نور نبوت دیکھا ہے اور یقین کر لو کہ اگر تم نے مباہلے کی دعوت قبول کر لی تو تم سب تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ چنانچہ مباہلے کے وقت سے پہلے ہی انہوں نے اپنی ہار مان لی، لیکن اسلام قبول نہیں کیا، لیکن انہوں نے کہا کہ ہم جزیہ دینے کے لیے تیار ہیں آپ اپنا کوئی محاصب بھیج دیا کریں جو سالانہ جزیہ وصول کر لیا کرے۔[36]

سیرت طیبہ ... غیر مسلموں سے معاملات

حسن سلوک کا تاریخ ساز نمونہ غیر مسلموں کی جانی ومالی حفاظت دینے کے فرامین

جانی دشمنوں سے عفو و درگزر ان کے لئے دعائے خیر اور ان کے قیدیوں سے حسن سلوک

غیر مسلم کی جان کی حفاظت ابن عمر فرماتے ہیں حضور نے ایک ذمی کی وہی دیت ادا کی جو مسلمان کی دیت ہوتی ہے۔(37) انسانی جان کی عظمت اور حرمت کے پیش نظر اسلام میں غیر مسلم شہری کی جان کو وہی احترام اور عزت حاصل ہے جو کسی مسلمان کی جان کو ہو سکتی ہے دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔

اسی لیے حضور نے فرمایا : من قتل معاہدا لم یرح رائحۃ الجنۃ وغن ریحہا یوجد من سیرۃ اربعین عاماً۔ جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری جو اسلامی ریاست کا باشندہ ہو) کو قتل کر دیا وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔ حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہو گی۔(38)

غیر مسلم کے مال کی حفاظت جنگ خیبر کے موقع پر جب یہود سے معاہدہ ہو چکا تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ مسلمان ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑے ہیں حالانکہ یہ چیزیں محفوظ مقام پر رکھی ہوئی تھیں۔آپ نے فوراًہدایت فرمائی۔ الا لایحل اموال المعاہدین الا بحقہا **آگاہ ہو جاؤ کہ معاہدین (غیر مسلم) کے اموال قطعاً حلال نہیں ہیں سوائے اس کے کہ اسے لینے کا حق** (ریاست کی طرف سے) ہو۔(39)

جانی دشمن سے عفو و در گزر جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ آوروں سے عفو و در گزر کا واقعہ پیغمبروں کے صحیفۂ اخلاق کے سوا اور کہاں مل سکتا ہے جس شب کو آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی ہے کفار قریش کے نزدیک یہ طے شدہ تھا کہ صبح کو محمد ﷺ کا سر قلم کر دیا جائے، اس لیے دشمنوں کا ایک دستہ رات بھر خانہ نبوی ﷺ کا محاصرہ کئے کھڑا رہا۔

اگرچہ اس وقت دشمنوں سے انتقام لینے کی آپ ﷺ میں ظاہری قوت نہ تھی، لیکن ایک وقت آیا جب ان میں سے ایک ایک کی گردن اسلام کی تلوار کے نیچے تھی اور اس کی جان صرف آنحضرت ﷺ کے رحم و کرم پر موقوف تھی لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس جرم میں کبھی مقتول نہیں ہوا۔

جانی دشمن کے لئے سند امان لکھنا ہجرت کے دن قریش نے آنحضرت ﷺ کے سر کی قیمت مقرر کی تھی اور اعلان کیا تھا کہ جو محمد ﷺ کا سر لائے گا یا زندہ گرفتار کرے گا اس کو سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جعشم پہلے شخص تھے جو اس نیت سے اپنے صبار فتار گھوڑے پر سوار ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے آپ ﷺ کے قریب پہنچے، آخر دو تین دفعہ کرشمہ اعجاز دیکھ کر اپنی نیت بد سے توبہ کی اور خواہش کی مجھ کو سند امان لکھ دی جائے، چنانچہ سند امان لکھ کر ان کو دی گئی، اس کے آٹھ برس کے بعد فتح مکہ کے موقع پر حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے اور اس جرم کے متعلق ایک حرف سوال بھی درمیان میں نہیں آیا۔(40)

جانی دشمن کو اپنے قریب بٹھانا عمیر بن وہب آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا، مقتولین بدر کے انتقام کے لیے جب سارا قریش بیتاب تھا تو صفوان بن امیہ نے اس کو بیش قرار انعام کے وعدہ پر مدینہ بھیجا تھا کہ وہ چپکے سے جا کر نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا کام تمام کردے، عمیر اپنی تلوار زہر میں بجھا کر مدینہ آیا، لیکن وہاں پہنچنے کے ساتھ اس کے تیور دیکھ کر لوگوں نے پہچان لیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ سختی کرنی چاہی، لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور اپنے قریب بٹھا کر اس سے باتیں کیں اور اصلی راز ظاہر کردیا، یہ سن کر وہ سناٹے میں آگیا، لیکن آپ ﷺ نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ یہ دیکھ کر وہ اسلام لایا اور مکہ میں جا کر دعوت اسلام پھیلائی۔ یہ واقعہ ۳ھ ء کا ہے۔[41]

جانی دشمن پر غلبہ پا کر معاف کردینا ایک دفعہ آپ ﷺ ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے، راہ میں ایک میدان آیا، دھوپ تیز تھی، لوگوں نے درختوں کے نیچے بستر لگادیئے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ تلوار درخت کی شاخ سے لٹکا دی، کفار موقع کے منتظر رہتے تھے، لوگوں کو غافل دیکھ کر ناگاہ ایک طرف سے ایک بدو نے آکر بے خبری میں تلوار اتار لی، دفعۃً آپ ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص سرہانے کھڑا ہے اور ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے، آپ ﷺ کو بیدار دیکھ کر بولا "کیوں محمد ! اب بتاؤ تم کو اس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ" یہ پر اثر آواز سن کر اس نے تلوار نیام میں کرلی، اتنے میں صحابہ آگئے۔ آپ ﷺ نے ان سے واقعہ دہرایا اور بدو سے کسی قسم کا تعرض نہیں فرمایا۔[42]

ایک دفعہ ایک اور شخص نے آپ ﷺ کا قتل کا ارادہ کیا، صحابہ اس کو گرفتار کرکے آنحضرت ﷺ کے سامنے لائے، وہ آپ ﷺ کو دیکھ کر ڈر گیا، آپ ﷺ نے اس کو مخاطب کرکے فرمایا "ڈرو نہیں، اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے بھی تو نہیں کرسکتے تھے۔[43] صلح حدیبیہ کے زمانہ میں ایک دفعہ اسّی آدمیوں کا ایک دستہ منہ اندھیرے جبل تنعیم سے اتر کر آیا اور چھپ کر آنحضرت ﷺ کو قتل کرنا چاہا، اتفاق سے وہ لوگ گرفتار ہوگئے، لیکن آنحضرت ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا اور کچھ تعرض نہیں کیا۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ﴿وَہُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَہُمْ عَنۡکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْہُمْ﴾[44] "اسی خدا نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک لے۔[45]

خاتمی مرتبت ﷺ کا زہر کھلانے والی یہودی عورت سے اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لینا خیبر میں ایک یہودیہ نے آنحضرت ﷺ کو کھانے میں زہر دیا، آپ ﷺ نے کھانا کھایا تو زہر کا اثر محسوس کیا، آپ ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر دریافت کیا تو انہوں نے اقرار کیا، لیکن آپ ﷺ نے کسی سے کچھ تعرض نہیں فرمایا لیکن اسی زہر کے اثر سے جب ایک صحابی نے انتقال کیا تو آپ ﷺ نے صرف اس یہودیہ کو قصاص کی سزا دی (حالانکہ خود آنحضرت ﷺ کو زہر کا اثر مرتے دم تک محسوس ہوتا رہتا تھا۔[46]

دشمنوں کے حق میں دعائے خیر دشمنوں کے حق میں بد دعا کرنا انسان کی فطری عادت ہے لیکن پیغمبروں کا مرتبہ عام انسانی سطح سے بدرجہا بلند ہوتا ہے، جو لوگ ان کو گالیاں دیتے ہیں وہ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں اور جو ان کے تشنۂ خون ہوتے ہیں وہ ان کو پیار کرتے ہیں، ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں پر اور خود آنحضرت ﷺ پر جو پیہم مظالم ہو رہے تھے، اس داستان کے دہرانے کے لیے بھی سنگدلی درکار ہے، اسی زمانہ میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ایک صحابی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ دشمنوں کے حق میں بد دعا فرمایئے، یہ سن کر چہرہ مبارک سرخ ہوگیا۔[47]

ایک دفعہ چند صاحبوں نے مل کر اسی قسم کی بات کہی تو فرمایا: "میں دنیا کے لیے لعنت نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔[48]

آپ ﷺ کو محصور کرنے والے قریشیوں کے لئے بھی دعا کرنا وہ قریش جنہوں نے تین برس تک آپ ﷺ کو محصور رکھا اور جو آپ ﷺ کے پاس غلہ کے ایک دانہ کے پہنچنے کے روادار نہ تھے، ان کی شرارتوں کی پاداش میں دعائے نبوی ﷺ کی استجابت نے ابر رحمت کا سایہ ان کے سر سے اٹھا لیا اور مکہ میں اس قدر قحط پڑا کہ لوگ ہڈی اور مردار کھانے لگے۔ ابو سفیان نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "محمد ﷺ! تمہاری قوم ہلاک ہو رہی ہے، خدا سے دعا کرو کہ یہ مصیبت دور ہو۔" آپ ﷺ نے بلا عذر فوراً دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور خدا نے اس مصیبت سے ان کو نجات دی۔[49]

جنگ احد میں خون آلود کرنے والوں کے لئے دعا کرنا جنگ احد میں دشمنوں نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکے، تیر برسائے، تلواریں چلائیں، دندانِ مبارک کو شہید کیا، جبین اقدس کو خون آلود کیا، لیکن ان حملوں کا وار آپ ﷺ نے جس سپر پر روکا وہ صرف یہ دعا تھی ﴿اللهم اہد قومی فانهم لایعلمون﴾ "خدایا ان کو معاف کر نا کہ یہ نادان ہیں۔[50]

طائف والوں کے استہزاء اور تمسخر کے حواب میں دعائیں وہ طائف جس نے دعوت اسلام کا جواب استہزاء اور تمسخر سے دیا تھا، وہ طائف کا معاشرہ جس نے داعی اسلام کو اپنی پناہ میں لینے سے انکار کر دیا تھا، وہ طائف جس نے پائے مبارک کو لہولہان کیا تھا ان کی نسبت فرشتہ غیب پوچھتا ہے کہ حکم ہو تو ان پر پہاڑ الٹ دیا جائے۔ جواب ملتا ہے کہ "شاید ان کی نسل سے کوئی خدا کا پرستار پیدا ہو۔

دس بارہ برس کے بعد یہی طائف اسلام کی دعوت کا جواب تیر و تفنگ (منجنیق) سے دیتا ہے، جان نثاروں کی لاشوں پر لاشیں گر رہی ہیں، صحابہ عرض کرتے ہیں کہ "یا رسول اللہ ﷺ! ان کے حق میں بد دعا کیجئے!" آپ ﷺ دعا کے لے ہاتھ اٹھاتے ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کے حق میں بد دعا فرمائیں گے۔ لیکن زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلتے ہیں۔" خداوندا! ثقیف (اہل طائف) کو اسلام نصیب کر اور دوستانہ ان کو مدینہ لا۔" وہ تیر جو میدان جنگ میں نشانہ پر نہیں لگے تھے، وہ

مدینہ کے صحن مسجد میں زبان مبارک سے نکل کر ٹھیک اپنے ہدف پر پہنچے، یعنی وہ مدینہ آکر خاص مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ کر جہاں وہ مہمان ٹھہرائے گئے تھے، مسلمان ہوئے۔ (51)

رحمت عالم ﷺ کا قبیلہ دوس کے لئے دعا کرنا دوس کا قبیلہ یمن میں رہتا تھا طفیل رضی اللہ عنہ بن عمرو دوسی اس قبیلہ کے رئیس تھے، وہ قدیم الاسلام تھے، مدت تک وہ اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن وہ اپنے کفر پر اڑا رہا، ناچار وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قبیلے کی حالت عرض کرکے گزارش کی کہ ان کے حق میں بد دعا فرمائیے، لوگوں نے یہ سنا تو کہا کہ اب دوس کی بربادی میں کوئی شک نہیں رہا، لیکن رحمت عالم ﷺ نے جن الفاظ میں دعا فرمائی وہ یہ تھے:

"اللہم اہد دوسا وأت بہم" "خداوندا دوس کو ہدایت کر اور ان کو لا۔(52)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مشرکہ ماں کے لئے دعا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں مشرکہ تھیں، اپنی ماں کو وہ جس قدر اسلام کی تبلیغ کرتے تھے وہ اس کی مخالفت کرتی تھیں، ایک دن انہوں نے اسلام کی دعوت دی تو ان کی ماں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ رونے لگے اور اسی حالت میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا، آپ ﷺ نے دعا کی "الٰہی! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت نصیب کر، وہ خوش خوش گھر واپس آئے تو دیکھا کواڑ بند ہیں اور ماں نہا رہی ہیں، غسل سے فارغ ہو کر کواڑ کھولے اور کلمہ پڑھا۔(53)

رحمۃ للعالمین ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور اعلانیہ استخفاف واہانت کرنے والے کے لئے دعا کرنا

عبداللہ بن ابی بن سلول وہ شخص تھا جو عمر بھر منافق رہا اور کوئی موقع اس نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ سازشوں اور اعلانیہ استخفاف واہانت کا ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ کفار قریش کے ساتھ اس کی خفیہ خط وکتابت تھی، غزوہ احد میں عین موقع پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج سے الگ ہو گیا۔ واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والوں میں وہ سب سے آگے تھا۔

بایں ہمہ اس کی فرد جرم کو رحمت عالم ﷺ کا حکم وعفو ہمیشہ دھوتا رہا، وہ مرا تو آپ ﷺ نے اس کی مغفرت کی نماز پڑھی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "یارسول اللہ! آپ ﷺ اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے ہیں حالانکہ اس نے یہ کہا اور یہ کہا" یہ سن کر آپ ﷺ متبسم ہوئے اور فرمایا "ہٹو اے عمر!" جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا "اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ اگر ستر دفعہ میں نماز پڑھوں کہ اس کی بخشش ہو سکتی ہے تو اس سے بھی زیادہ پڑھتا۔(54)

قیدیوں سے حسن سلوک نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں خطہ عرب اور خاص طور پر حجاز میں قید خانوں کا رواج نہیں تھا اور نہ ہی ایسے حالات تھے کہ کسی کو طویل عرصہ قید کیا جاتا۔ اسلام میں با قاعدہ قید خانے کی ابتداء حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کی۔ انہوں نے صفوان بن امیہ کا گھر چار ہزار درہم میں خرید کر اسے قید خانہ بنایا۔ اس میں مختلف قیدی بند کئے جاتے تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ بنوایا۔ اور اس کا نام نافع رکھا، لیکن یہ کوئی مضبوط قلعہ نہیں تھا۔ اس لیے بعض قیدی اس سے بھاگ جاتے تھے۔ بعد میں اسے دوبارہ تعمیر کرایا جو مضبوط تھا، جس سے قیدیوں کے فرار کی صورت نہیں تھی۔

تاہم جو لوگ وقتی طور پر گرفتار ہو کر آتے انہیں روکے رکھنے کے لیے عارضی طور پر یا تو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا جاتا یا مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے کر دیا جاتا جو ان کی نگرانی اور دیکھ بھال کے ساتھ ان کے خورد و نوش ارو دیگر ضروریات کا بندوبست کرتے۔ جاہلی نظام میں جنگی قیدی فاتح کے رحم و کرم پر ہوتے تھے، ان پر ظلم توڑے جاتے تھے، ان سے بدسلوکی کی جاتی اور ان کو غلامی میں ڈال دیا جاتا۔ اور ان کے کھانے کے لیے ان سے بھیک منگوائی جاتی، آج کے مہذب دور میں بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ گوانتا ناموبے اور پل چرخی افغانستان اور اس کے قید خانوں سے واضح ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے جنگی قیدیوں کو نیا مرتبہ دیا، چنانچہ بدر کے قیدی جو تاریخ مدینہ میں پہلی مرتبہ زیادہ تعداد میں قید ہوئے تھے، ان کے بارے میں ہدایت کی گئی کہ قیدیوں کو نہایت آرام سے رکھا جائے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کی تعمیل میں خود کھجوریں کھا کر اپنے ذمے آئے ہوئے قیدیوں کو پیٹ بھر کر اچھا کھانا کھلایا۔ ایک بدری قیدی ابو عزیز (مصعب بن عمیر کے بھائی) کا بیان ہے کہ جن انصاریوں کے ہاں مجھے رکھا گیا تھا، وہ خود کھجوروں پر گزر کرتے اور مجھے اچھا کھانا لا کر دیتے۔ اس سلوک کی وجہ سے میں سخت شرمسار ہوتا۔ جن اسیروں کے پاس لباس کم تھا، ان کو کپڑے دیئے گئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بدن پر لمبے قد کی وجہ سے کوئی کرتہ پورا نہ اترتا تھا، لہٰذا ان کے لیے عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے کرتہ بھجوایا۔ ان قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی تھا جو اپنا پورا زورِ بیان اور فصاحت حضور ﷺ کے خلاف تقریریں کرنے میں صرف کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس کے سامنے کے دانت اکھڑ وا دیئے جائیں، تاکہ جوش خطابت نہ دکھا سکے، کوئی اور ہوتا تو اپنے بے بس قیدی کے ساتھ بدترین سلوک کرنے میں تامل نہ کرتا، لیکن رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس کے کسی حصہ بدن کو بگاڑ دوں (مثلہ کروں) تو میرے نبی ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر میرے اس حصے کو بگاڑ دے گا۔[55]

ثمامہ بن آثال نامی نجد کے سردار کو گرفتار کرکے مدینہ منورہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے اسے مسجد کے ایک ستون سے بندھوا دیا۔ یہ تین دن تک اس سے بندھے رہے۔ آپ بذاتِ خود اس کی دیکھ بھال کرتے اور اس کی خیریت پوچھتے اور گفتگو کرتے۔

وہ کہتا کہ حضور مجھے آزاد کردیں گے تو مجھ پر احسان کریں گے اور اگر قتل کریں کے تو ایک مجرم کو قتل کریں گے۔ آخر تیسرے روز آپ ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا، وہ آزاد ہوتے ہی مدینے کے قریب ایک تالاب پر گیا، نہا دھو کر پاک صاف ہو کر آپ کی خدمت میں آیا اور کلمہ پڑھ کر حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ اپنے وطن واپس جاکر قریش سے کہلا بھیجا کہ اب یمن کی طرف تمہارا تجارتی قافلہ نہیں آسکتا، اس لیے کہ میں مسلمان ہوچکا ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کروں گا اور تمہاری کوئی حمایت نہیں کروں گا۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کے اسیروں کے ساتھ حسن سلوک، رواداری، تحمل مزاجی اور عفو درگزر کرنے کی وجہ سے ہوا۔[56]

اسیرانِ جنگ کے ساتھ حسن سلوک اور مساوات کے سلسلے کا وہ عظیم واقعہ بھی تاریخ اسلام کا شہ پارہ اور مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے جب بدر کے قیدی گرفتار کرکے لائے گئے توان کے ہاتھ ان کی پیٹھ پر سخت کس کر باندھے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہو رہی تھی۔ پہلی رات کو انہیں مسجد نبوی کے صحن یا اس کے قریب رکھا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ تکلیف کی وجہ سے کراہ رہے تھے جب ان کی آواز آپ ﷺ کے کانوں میں پڑی تو کراہنے کی وجہ دریافت کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ رسیوں کی سخت بندش کی وجہ سے ایسے ہو رہا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ چچا عباس کے ساتھ تمام دوسرے قیدیوں کی بھی رسیاں ڈھیلی اور نرم کردی جائیں۔[57]

یہ رحمت عالم ﷺ کی قیدیوں پر شفقت اور عنایت، پھر مساوات کہ اپنے چچا اور تمام اسیروں کے ساتھ یکساں برتاؤ ورویہ برتا جارہا ہے۔

بدر میں کفار جس ارادے سے آئے تھے اور مسلمانوں کے خلاف جو سخت جذبات وخیالات رکھتے تھے اور مسلمانوں کا قلع قمع کرنے کا عزم رکھتے تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ان کے عزائم وجرائم کی وجہ سے وہ قتل کے لائق تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی اجازت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے بھی یہی تھی، لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کرتے ہوئے ان قیدیوں سے فدیہ لے کر آزاد کردیا۔ جن کے پاس مالی فدیہ نہیں تھا۔ ان سے مسلمانوں کے دس، دس بچوں کو پڑھانے کے عوض رہا کردیا۔[58]

بدر کی لڑائی میں جو لوگ قید ہوئے تھے ان میں حضور کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے، جن کے نکاح میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں، یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے بیٹے تھے، ان قیدیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے جو سلوک کیا وہ دنیا کے لیے ایک مثال ہے جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی چاہی تو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر کے فدیہ کے لیے کچھ مال بھیجا، اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا

تھا اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بے چین ہو گئے، آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر مناسب سمجھو تو زینب کی خاطر اس کے اسیر شوہر کو رہا کر دو اور اس کے ہار کو بھی اس کو واپس دے دو، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم خوشی سے اس کے لیے تیار ہیں، ابو العاص کو چھوڑ دیا گیا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار ان کو واپس دے دیا گیا۔

ابو العاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی اجازت دے دی، وہ ابو العاص کو مکہ میں چھوڑ کر مدینہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلی آئیں، اسلام نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی تھی، فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ابو العاص تجارت کے لیے شام گئے، ان کی دیانت مشہور تھی، اس لیے قریش کے اور لوگوں نے بھی تجارت کے لیے اپنا مال ان کے ساتھ کر دیا تھا، جب وہ واپس آ رہے تھے تو مدینہ کی ایک فوج نے ان کو دشمن سمجھ کر ان کے مال پر قبضہ کر لیا، وہ کسی طرح چھپ کر رات کو مدینہ پہنچ گئے، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ مانگی، انہوں نے ان کو پناہ دے دی، اور ان کا مال واپس کرانے کا وعدہ کیا، فجر کی نماز میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی صف سے چلا کر کہا: اے صاحبو! میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے، نماز کا سلام پھیر کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی مخاطب کر کے کہا: صاحبو! تم نے سنا جو میں نے سنا، انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہ یاس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اس سے پہلے مجھے اس واقعہ کا علم نہ تھا، جب ایک ادنیٰ فرد نے تمام مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے دی ہے تو اس کو پناہ ملنی چاہئے، اس کے بعد آپ اپنی صاحبزادی کے پاس آئے اور فرمایا: اے میری بچی! تم ابو العاص کی اچھی طرح مہمانداری کرو، مگر اپنے پاس نہ آنے دینا کیونکہ اب تم اس کے لیے حلال نہیں ہو، اس کے بعد ابو العاص کا تمام مال ان کو واپس کر دیا گیا، جب وہ مکہ آئے تو ایک ایک چیز لوگوں کے حوالہ کر دی جس کو وہ لے کر تجارت کرنے گئے تھے، اس کے بعد انہوں نے پوچھا: اے جماعت قریش: تم میں سے اب کوئی ایسا شخص رہ گیا ہے جس کا مال میرے پاس ہو، اور وہ اس کو اب تک وصول نہ ہوا ہو، انہوں نے کہا: نہیں! کوئی اب ایسا نہیں ہے، سب کو ان کا مال پہنچ گیا ہے، ہم نے تم کو نہایت معتبر اور شریف پایا، اس کے بعد ابو العاص نے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھا، پھر اہل قریش کو مخاطب کر کے بولے: میں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا، اسی وقت ایمان لے آتا مگر میں ڈرا کہ تم لوگ یہ بدگمانی کرو گے کہ اس طرح سے میں نے تمہارے مال کھانے کی ترکیب کی ہے، جب اللہ نے اسے تم کو پہنچا دیا اور بار امانت سے فارغ ہوا تو اسلام لے آیا، اس کے بعد وہ مکہ سے مدینہ آ گئے، ان کے آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں دے دیا۔[59]

جن مقامات پر انسان کا دل نرم ہوتا ہے اور اسے غور و فکر کا موقع ملتا ہے ان میں سے ایک مقام جیل ہے۔ لہٰذا قیدیوں کے ساتھ خلوص سے جو حسنِ سلوک ہوگا وہ ضرور اپنا رنگ لائے گا۔ آج قیدیوں میں سے سب سے زیادہ اسلام قبول کرنے والے

امریکی جیلوں کے نیگرو اور کالے لوگ ہیں۔ کیا ہم مسلمان آپ ﷺ کے امتی اور شیدائی دوسرے ملکوں، مقامات اور جیلوں میں بھی اسی شفقت ورحمت کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے پر غور کریں گے؟ آپ ﷺ نے قیدیوں کی عزت واحترام اور ان کے حقوق کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں وہ آج کے جنیوا چارٹر سے کئی گنا اعلیٰ وارفع ہیں۔ اے کاش کہ مسلم ممالک اور مسلمان امت اس کا مظاہرہ کرے۔[60]

حاصل بحث اور خلاصہ کلام

رسول اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی ان تعلیمات اور نظائر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دعوت دین، غیر مسلموں سے تعلقات کے قیام، ان سے مکالمے اور حسن سلوک کے حوالے سے جو مثالی طرزِ عمل اختیار کیا گیا ہے اس نے اسلام میں مذہبی رواداری، غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ، ان سے معاملات اور سب سے اہم مرحلہ اشاعت اسلام اور تبلیغ دین میں اہم کردار ادا کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدینؓ کے مثالی طرزِ عمل، قرآن کریم کی تعلیمات اور سیرت طیبہ آج بھی ہمارے لئے رشدوہدایت کا سرچشمہ اور مینارۂ نور ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر مسلم دنیا سے پرامن بقائے باہم کی بنیاد پر تعلقات کے قیام اور مکالمے کے لئے ان کے اہمیت کو پیشِ نظر رکھ کر مکالمے کی راہ اپنائی جائے۔

گزشتہ اوراق میں آپ نے حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طرز عمل سے غیر مسلمین کے ساتھ ہونے والے معاملات کا جائزہ لیا آپ کو اندازہ ہوا ہوگا کہ اسلام کس قدر امن و بھائی چارگی، رواداری و مفاہمت، مذہبی ہم آہنگی اور حقوقِ انسانیت کا داعی ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے حضور ﷺ کے اسلام سے قبل غیر مسلموں کے آپس کے معاہدات میں پیش رفت، غیر مسلموں کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی دعوت میں تحمل و برداشت کا رویہ، غیر مسلموں کو خفیہ واعلانیہ دعوت کا انداز، غیر مسلم بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط میں انداز بیان، مدنی دور میں غیر مسلم وفود سے مکالمات اور ان کے ساتھ رویہ غیر مسلموں کی جان مال عزت آبرو کی حفاظت کے فرامین، جانی دشمنوں سے عفوودرگزر کا معاملہ، دشمنوں کے حق میں بھی دعائے خیر کرنا، غیر مسلم قیدیوں سے حسنِ سلوک کرنا حتی کہ جب ہر طرح مسلمانوں نے غیر مسلموں پر غلبہ حاصل کرلیا فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کا رویہ عام معافی کا اعلان، اور صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین کا اپنے اپنے دور حکومت میں غیر مسلم ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی رعایت کرنا۔ دنیا کی کوئی قوم اور کوئی مذہب اس کی مثال پیش نہیں کرسکتا۔

آج ہم دنیا میں دیکھیں امن عالم کے داعی، رواداری اور مفاہمت اور مذہبی ہم آہنگی کا ڈھنڈورا پیٹنے والے دیکھیں ان کے ملکوں میں مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جارہا ہے۔ مسلمانوں نے تو ہر طرح مذہبی رسومات اور لباس و پوشاک تک کی اجازت دے رکھی تھی کیا فرانس پردے پر پابندی لگا کر اس بات کا جواب دے سکتا ہے کہ یہ کہاں کا انصاف اور رواداری ہے؟ کیا یہ اقوام

متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی نہیں؟آج امریکہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسی معصوم خاتون پر سزا نافذ کرکے حقوق نسواں کے سارے بلند بانگ دعوے بھلا بیٹھا ہے آج وہ حقوق نسواں کی دعویدار تنظیمیں کہاں ہیں آج عورتوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھانے والی NGOS کہاں ہیں؟اگر ایک لڑکی کی پٹائی کی جعلی ویڈیو آتی ہے تو اس پر تو خوب شور ہوتا ہے، جب کہ مصری حاملہ خاتون مروہ شربینی اور اس کے شوہر کو پردے کی وجہ سے جرمنی کی بھری عدالت میں چھریوں کے پے در پے وار کرکے انتہائی سفاکی کے ساتھ قتل اور زخمی کردیا جاتا ہے اس پر کوئی آواز نہیں اٹھائی جاتی۔

حواشی وحوالہ جات

-1سورہ النحل: ۱۲۵۔

-2سورۃ طٰہٰ: ۴۴۔

-3سورۃ احزاب: ۷۰۔

-4سورۃ المائدۃ: ۸۔

-5سورۃ الانعام: ۱۰۸۔

-6سورۃ الکافرون: ۲۔

-7سورۃ الانعام: ۱۵۲۔

-8مکالمہ بین المذاہب۔۔۔۔ مقاصد، اہداف، اصول وضوابط، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص: ۸۳، سیمینارز رپورٹ ۲۰۰۸انٹر نیشنل اسلامک سینٹر لاہور۔

-9حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳۵۷۔

-10حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳۵۷/ الروض الانف، سہیلی، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۷۸ء، ج۱، ص۱۵۵۔

-11 حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳۵۸/ الروض الانف، سہیلی، دار المعرفہ، بیروت ۱۹۷۸ء، ج۱، ص۱۵۵۔

-12 صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۴ھ، ۲۵۶ھ)، ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت، کتاب المرضی، ج: ۵ ص: ۲۱۴۲ حدیث: ۵۳۳۳۔

-13سورۃ الشعراء: ۲۱۴۔

-14تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری (۲۲۴ھ - ۳۱۰ھ)، دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ الاولی ج: ۱ ص: ۱۱۶۹۔

-15 صحیح مسلم، مسلم بن حجاج القشیری (۲۰۶ھ، ۲۶۱ھ)، دار احیاء التراث العربی، ت: محمد فؤاد عبد الباقی، بیروت، رقم الحدیث: ۲۰۸، ج۱، ص ۱۹۳، وایضًا صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری (۱۹۴ھ، ۲۵۶ھ)، ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، دار ابن کثیر، الیمامۃ، بیروت رقم الحدیث: ۴۴۹۲، ج۴، ص۱۷۸۷، باب وانذر عشیرتک۔

-16سورۃ ص: ۵۔

-17سنن الترمذی، محمد بن عیسی ترمذی (۲۰۹ھ، ۲۷۹ھ)، احمد محمد شاکر، دارإحیاء التراث العربی، بیروت، رقم الحدیث: ۳۲۳۲، باب ومن سورۃ، ج۵، ص۳۶۵۔

-18المستدرک علی الصحیحین، محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری (۳۲۱ھ، ۴۰۵ھ)، ت: مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ط: ۱۹۹، رقم الحدیث: ۳۰۰۲، ج۲، ص۲۷۸۔

-19سورۃ الفرقان: ۷۰۔

-20سورۃ النساء: ۱۱۶۔

-21سورۃ الزمر: ۵۳۔

-22مجمع الزوائد، علی بن إبی بکر الہیثمی (۸۰۷ھ)، دارالریان للتراث دارالکتاب العربی، القاہرۃ بیروت ۱۴۰۷ھ ج۷، ص۱۰۰-۱۰۱، وإیضاً ج۱۰، ص۲۱۴، حیاۃ الصحابہ: ج۱، ص۷۵، دارالاشاعت کراچی۔

-23حیاۃ الصحابہ، ج:۱، ص: ۸۳، دارالاشاعت کراچی۔

-24السیرۃ النبویۃ، عبدالملک بن ہشام الحمیری (۲۱۳ھ)، ت: طہ عبدالرؤف سعد، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۱ھ، الاولی، ج: ۲، ص: ۱۳۴، وإیضاً تفسیر طبری، محمد بن جریر الطبری (۲۲۴ھ - ۳۱۰ھ)، دارالفکر، بیروت، ط: ۱۴۰۵ھ، ج۱۵، ص۱۶۵، حیاۃ الصحابہ، مولانا محمد یوسف کاندھلوی، اردو ترجمہ مولانا محمد عثمان خاں فیض آبادی، دارالاشاعت، کراچی، ج:۱، ص: ۸۵۔

-25السیرۃ النبویۃ، عبدالملک بن ہشام الحمیری (۲۱۳ھ)، تحقیق: طہ عبدالرؤف سعد، دارالجیل، بیروت، ۱۴۱۱ھ، الاولی، ج:۶، ص: ۱۴۔

-26تاریخ الطبری، محمد بن جریر الطبری (۲۲۴ھ - ۳۱۰ھ)، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷اھ الاولی: ج۲، ص۱۳۲۔

-27صحیح مسلم، مسلم بن حجاج القشیری (۲۰۶-۲۶۱ھ) داراحیاء التراث العربی بیروت، ت: محمد فواد عبدالباقی، باب کتاب النبی ﷺ الی توکل یدعوہ الی الاسلام رقم الحدیث: ۱۷۷۳، ج۳، ص۱۳۹۴، ایضاً صحیح البخاری، ج:اص: ۸۔

-28المستدرک علی الصحیحین، للحاکم (۳۲۱ھ - ۴۰۵)، دارالکتب العلمیہ بیروت، مصطفیٰ عبدالقاطر عطا، ۱۴۱۱ھ ج۳، ص۳۳۹ رقم الحدیث: ۵۳۰۵، وإیضاً البدایۃ والنہایۃ، اسماعیل بن کثیر (۷۷۴ھ)، ت: عبدالرحمٰن اللادقی، ومحمد غازی بیضوت، مکتبہ حقانیہ پشاور پاکستان، ج۲ص: ۶۶۵۔

-29 تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۳۰۷، البدایہ ج۳، ص۵۷-۶۱۔

-30البدایۃ: ج۳، ص۶۰ وحیاۃ الصحابہ ج۱، ص۱۴۵۔

-31الاصابۃ، احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ - ۸۵۲ھ) ت: علی محمد البجاری دارالجیل بیروت، ۱۴۱۲اھ الاولیٰ، ج۶، ص۶۸، مسند احمد، احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۱ھ) توسۃ قرطبۃ، مصرج۵، ص۶۸۰۔

-32السیرۃ النبویۃ، عبدالملک بن ہشام الحمیری (۲۱۳ھ) ت: طہ عبدالرؤف سعد دارالجیل بیروت ۱۴۱۱ھ الاولیٰ ج۵، ص۲۹۶، الإصابۃ، ابن حجر ج۶، ص۱۷۲۔

-33السیرۃ النبویۃ ج۵، ص۲۶۶۔

-34تاریخ الطبری، محمد بن جریر طبری (۲۲۴ھ - ۳۱۰ھ)، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۷، الاولی ج۲، ص۱۷۹، ۱۸۰۔

-35البدایۃ والنہایۃ، ابن کثیر، ج۳، ص۵۳۔

-36البدایۃ والنہایۃ: ج۳، ص۶۰۔

-37نیل الاوطار، شوکانی، ج:۷، ص: ۵۵۔

38۔ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا۔

39۔ سنن ابو داؤد: ج ۳، ص ۳۶۸، رقم الحدیث: ۳۸۰۶۔

40۔ بخاری، ج: ۳ ص: ۱۴۲۰ رقم الحدیث: ۳۶۹۳۔

41۔ تاریخ طبری، محمد بن جریر طبری (۲۲۴ھ ۳۱۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۷ھ، الأولیٰ، ج: ۲ ص: ۴۴، وایضا مجمع الزوائد، علی بن ابی بکر الھیثمی (۸۰۷ھ)، دار الریان للتراث، القاہرۃ بیروت، ۱۴۰۷ھ، ج: ۸ ص: ۲۸۴۔

42۔ بخاری، ج: ۳ ص: ۱۰۶۵ حدیث: ۲۷۵۳۔

43۔ مسند احمد بن حنبل (۱۶۴ھ ۲۴۱ھ)، مؤسسۃ قرطبۃ، مصر، ج: ۳ ص: ۱۷۴، کذا رواہ النسائی (۲۱۵ھ ۳۰۳ھ) فی عمل الیوم واللیلۃ ج: ۱ ص: ۵۷۶ وایضا الھیثمی فی مجمع الزوائد ج: ۸ ص: ۲۲۷ وایضا المزی فی تہذیب الکمال ج: ۴ ص: ۵۶۳۔

44۔ سورہ فتح: ۲۴۔

45۔ صحیح مسلم، ج: ۳ ص: ۱۴۴۲ حدیث: ۱۸۰۸۔

46۔ سنن ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲ھ ۲۷۵ھ)، دار الفکر بیروت، ج: ۴ ص: ۳۱۷ حدیث: ۴۵۱۰۔

47۔ بخاری ج: ۳ ص: ۱۳۰۹ حدیث: ۳۶۳۹۔

48۔ صحیح مسلم ج: ۴ ص: ۲۰۰۶ حدیث: ۲۵۹۹۔

49۔ صحیح بخاری، ج: ۴ ص: ۱۷۱۹ حدیث: ۴۴۹۶۔

50۔ صحیح مسلم ج: ۳ ص: ۱۴۱۷ حدیث: ۱۷۹۱۔

51۔ طبقات ابن سعد (۱۶۸ھ ۲۳۰ھ)، دار صادر بیروت، ج: ۱ ص: ۲۱۱۔

52۔ صحیح بخاری، ج: ۵ ص: ۲۳۴۹ حدیث: ۶۰۳۴۔

53۔ صحیح مسلم ج: ۴ ص: ۱۹۳۸ حدیث: ۲۴۹۱ باب فضائل ابی ہریرۃ۔

54۔ صحیح بخاری، ج: ۱ ص: ۴۲۷ حدیث: ۱۲۱۰۔

55۔ حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳/۷۷ سیرت النبی، شبلی نعمانی، دار الاشاعت، کراچی ج ۱، ص ۱۹۵۔

56۔ حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳/۸۷ سبل الہدیٰ والرشاد، محمد بن یوسف الصالحہ الشامی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۳، ج: ۶، ص: ۲۷۔

57۔ حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳/۸۷ زرقانی۔ ج ۱، ص ۴۴۵۔

58۔ حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳/۸۷ زرقانی۔ ج ۱، ص ۴۱۱۔

59۔ حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳/۸۷ زرقانی۔ ج ۱، ص ۲۱۲۔

60۔ حضرت محمد ﷺ اور رفاہی امور، مولانا امیر الدین مہر، ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ ۱۵ ۲۰۰۶ء، ص: ۳۷۹۔